نور فراز

اسکالر پی ایچ ڈی اردو، سرحدیونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر محمد امتیاز

استاد شعبہ اردو، سرحدیونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

خیبر پختونخوا میں ادبی تحقیق کا اجمالی جائزہ

Noor Faraz

PhD Scholar, Department of Urdu, Sarhad University of Science & Information Technology Peshawar.

Dr. Muhammad Imtiaz

Associate Professor, Department of Urdu, Sarhad University of Science & Information Technology Peshawar.

A Comprehensive Analysis of Literately Research in Khyber Pakthunkhwa

The researcher of Khyber Pakhtunkhwa put their proper contribution in promoting Urdu Research in poetry, prose with special focus on linguistics, Ghalibiyat and Iqbaliyat has equally promoted in Urdu literature in this region. They are busy in their research work more than seven decades. A comprehensive detail of all the researchers i.e. from pioneer's researcher (such as Farigh Bukhari, Raza Hamdani, Dr. Tahir Foorqi, Dr. Shams-du-Din Sadeqi, Khatir Ghaznave, Dr. Sabir Kalorvee, Basheer Soz, Dr. Irshad Ahmad Shakir Awan, Dr. Zahoor Ahmad Awan etc,) to present age, can be found in this article. The following article has comprehensively evaluated the achievements of the researchers in Khyber Pakhtunkhwa.

Keywords: *Researchers, Khyber Pakhtunkhwa, Poetry, Prose, Linguistics, Ghalibiyat, Iqbaliyat, Literature, Region, Quantity, Quality, Pashtun.*

ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہونے کی وجہ سے انگریز نے اِس خطہ کو ۲۰ دسمبر ۱۹۰۱ء کو شمال مغربی سرحدی صوبہ کا نام دیا۔ ۲۰۱۰ء میں صوبائی حکومت نے اِس صوبے کا نام تبدیل کر کے خیبر پختونخوا رکھ دیا گیا۔ خیبر

پختونخوا اپنی تاریخی، سیاسی، معاشرتی اور ادبی تاریخ کی وجہ سے ایک خاص اہمیت کا حامل خطہ ہے۔ ادبی حوالے سے دیکھا جائے تو یہاں کی ادبی روایت خاصی پُرانی ہے۔ قاسم علی خان آفریدی کا اُردو دیوان (پ: ۱۷۶۳ء، م: ۱۸۳۲ء) اور نثری تصنیف ''خیر البیان'' (۱۵۳۰ء) اِس روایت کی امین ہیں۔ تحقیق کا میدان بھی یہاں کے اہلِ قلم کی ترک تازی سے خالی نہیں رہا۔ معیار اور مقدار کے لحاظ سے یہاں کے محققین کی خدمات کو بلاشبہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ میر ولی اللہ ایبٹ آبادی، فارغ بخاری، رضا ہمدانی، ڈاکٹر طاہر فاروقی، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، خاطر غزنوی، ڈاکٹر عبد الستار جوہر پراچہ، ڈاکٹر صابر کلوروی، ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر ایوب صابر، ڈاکٹر ارشاد احمد شاکر اعوان، پروفیسر بشیر سوز جیسے معروف محققین کا تعلق اسی صوبے سے ہے۔ عصرِ حاضر میں پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہین، پروفیسر ڈاکٹر سلمان علی، ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری، ڈاکٹر طارق ہاشمی، ڈاکٹر حنیف خلیل، ڈاکٹر عبد اللہ جان عابد، ڈاکٹر محمد امتیاز،، گوہر نوید، ڈاکٹر عمر قیاز قائل، ڈاکٹر ولی محمد، ڈاکٹر انوار الحق،[1] اپنی تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔

خیبر پختونخوا میں ادبی تحقیق کو پانچ حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف): نثری اصناف میں تحقیق (ب) شعری اصناف میں تحقیق

(ج): لسانیاتی تحقیق (د): اقبالیاتی تحقیق

(ہ): غالبیاتی تحقیق

اب تک کی گئی تحقیق کا زیادہ حصّہ نثری اصناف میں تحقیق پر مشتمل ہے اور مستقبل میں بھی نثری اصناف میں تحقیق کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اس مضمون صرف نثری اصناف میں تحقیق کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ادبی تحقیق میں اولیت کا تاج فارغ بخاری کے سر ہے۔ وہ ۱۱، نومبر ۱۹۱۷ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ معاشی بدحالی، یتیمی اور اُن کا باغیانہ، متشددانہ اور جذباتی مزاج ان سب عناصر کی وجہ سے وہ زیادہ رسمی تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ وہ فکرِ معاش کے سلسلے میں کلکتہ چلے گئے۔ جہاں اُن کی ملاقات ایک نوجوان لکھاری دوست اختر سے ہوئی اور یوں اُن کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ سیاست اور صحافت کو نظر انداز کرتے ہوئے بھی اُن کی ادبی زندگی ہمہ جہت تھی۔ وہ پشتو، اُردو، ہندکو زبان کے شاعر، مورّخ، ادیب، خاکہ نگار، محقق اور افسانہ نگار تھے۔ اِس سرزمین پر اُن کو چند حوالوں سے اوّلیت کا اعزاز حاصل ہے جن میں ان کا پہلا افسانوی مجموعہ (عورت کا گناہ)، ہندکو شاعری کا پہلا انتخاب (نویاں راہواں)، اس خطے کی ادبی تاریخی کی پہلی کوشش (ادبیاتِ سرحد)، خان عبد الغفار خان پر پہلی کتاب سوانح عمری کی شکل میں (باچا خان)، اور پہلا ادبی مجلّہ (سنگِ میل) شامل ہیں۔ فارغ بخاری کی دیگر ادبی خدمات کو بوجوہ نظر انداز کرتے ہوئے یہاں صرف اُن کی تحقیقی کام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اُن کے درج ذیل کام سامنے آچکے ہیں:

(۱)۔ پشتولوگ گیت (۱۹۵۱ء)(۲)ادبیاتِ سرحد، جلدِ سوم (۱۹۵۵ء)،(۳)۔ سرحد کے لوگ گیت (۱۹۶۴ء)،(۴) اٹک کے اُس پار (۵)۔ پٹھانوں کے رومان (۱۹۵۵ء)(۶)۔ خوشحال خان کے افکار (س ن)،(۷)۔ رحمان بابا کے افکار (س ن)،(۸)۔ پشتو شاعری (۱۹۶۲ء)۔

مذکورہ فہرست سے فارغ بخاری کی تحقیقی کام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ بخوفِ طوالت صرف " ادبیاتِ سرحد"[۲] پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ "ادبیاتِ سرحد" صوبہ سرحد میں اُردو ادب کی تاریخ کی پہلی با قاعدہ دستاویز ہے۔"[۳]

"ادبیاتِ سرحد" اس صوبے کے اہلِ قلم کو اُردو دنیا میں متعارف کرانے کا ایک جامع منصوبہ تھا جو چار جلدوں پر مشتمل تھا۔ پہلی دو جلدیں پشتو ادب، تیسری جلد اُردو ادب جب کہ چوتھی جلد فارسی ادب سے متعلق ہے۔ فارغ بخاری اور رضا ہمدانی نے مل کر اِس جامع منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اِس کی تیسری جلد فارغ بخاری نے مرتب کی جو اس صوبے کے اُردو اہلِ قلم کا تذکرہ ہے۔ اِس تذکرے کی تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی حیثیت ایک طرف مگر ۵۶ صفحات پر مشتمل اس کا مقدمہ بھی خصوصیت کا حامل ہے۔ جس میں فارغ بخاری نے صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کو اُردو جنم بھومی قراد دیا ہے۔

فارغ بخاری نے اِس تالیف کو چار حصوں (الف) ادبی ادارے (ب) حصّہ نظم (ج) حصّہ نثر اور (د) صحافت، میں تقسیم کر کے اِس خطے کی جُملہ ادبی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔ پھر اُنھوں نے ادیبوں اور شاعروں کے محض حالاتِ زندگی اور نمونۂ کلام تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا ہے بلکہ جامع انداز میں تنقیدی آراء شامل کر کے اِس تالیف کی تحقیقی اور تنقیدی قدر وقیمت بڑھادی ہے۔

اس خطے میں تحقیق کے حوالے سے دوسرا بڑا نام رضا ہمدانی کا ہے۔ وہ فارغ بخاری کے گہرے دوست اور اُردو، پشتو، ہندکو زبان کے شاعر، ادیب، خاکہ نگار، محقق، نقّاد، صحافی، افسانہ نگار، مترجم، ڈرامانگار، سفر نامہ نگار اور رپورتاژ نگار تھے۔ اُنھوں نے فارغ بخاری کے ساتھ مل کر اس صوبے کے اہلِ قلم اور اُن کی تخلیقات کو ملکی سطح پر متعارف کرایا۔ اُن کی زیادہ تر تحقیقی تصنیفات و تالیفات فارغ بخاری کے ساتھ مشترکہ کاوشوں کی صورت میں ہیں جس کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱)ادبیات سرحد (۲)۔ پشتو افسانے (۳)۔ چاربیتہ (۴)۔ رزمیہ داستانیں (۵)۔ پٹھانوں کے رومان (۶)۔ پشتو شاعری (۷)۔ پٹھانوں کے رسم ورواج (۸)۔ اٹک کے اس پار (۹)۔ پشتو ادب (۱۰)۔ خوشحال خان خٹک (۱۱)۔ رحمان بابا۔

ادبی حلقوں میں اس جوڑی کو ' فارغ رضا" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اٹک کے اس پار ادیبوں اور نقادوں کا خیال تھا کہ یہ دراصل ایک ہی شخص ہے اس بارے میں فارغ بخاری نے اپنی خود نوشت " مسافتیں" میں لکھا ہے۔

"ہمیں بے شمار خطوط اس سلسلے میں ادیبوں، دانشوروں اور قارئین کے موصول ہوتے رہے جن میں یہی ایک سوال دُہرایا جاتا کہ آپ کا طریقہ واردات کیا ہے۔ ہم اُنھیں مناسب جواب دیتے لیکن اُن کی تسلّی نہ ہوتی اور عموماً اِس شُبے کا اظہار کیا جاتا کہ ہم میں کوئی ایک ہی کتابیں لکھتا ہے اور دوستی کے جذبے کے تحت دونوں کے نام مصنف کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔" (۴)

پروفیسر طاہر فاروقی ایک ایسی ادبی شخصیت ہیں جن پر یہ دھرتی فخر کرسکتی ہے۔ اگرچہ وہ اس خطے میں پیدا نہیں ہوئے تاہم اُنھوں نے جوانی کے بعد اپنی باقی پوری زندگی یہی گزاری۔ اسلامیہ کالج پشاور اور یونیورسٹی آف پشاور میں درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ رہے۔ اُن کی زیادہ تر تحقیقی کام اُس وقت کی یادگار ہیں جب وہ یہاں رہائش پذیر رہے۔ اُنھیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اقبال کی وفات کے بعد اُنھوں نے سب سے پہلے اُن کی حیات اور شاعری پر" سیرتِ اقبال" کتاب لکھی۔ اس تصنیف میں اُنھوں نے اقبال کے حالاتِ زندگی، اعزازات، اسفار، بیماری، رحلت، جنازہ، تدفین اور مزار، عادات وخصائل، شاعری کے ادوار اور شاعری کی خصوصیات، اقبال کی تصنیفات، اقبال کا پیغام ۔ الغرض اقبال اور فکرِ اقبال سے متعلق کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ یہی وجہ کہ اقبالیات پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن" سیرتِ اقبال" کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ اقبال پر اُن کی ایک اور تحقیقی تصنیف "اقبال اور محبتِ رسول" ہے۔ اس کتاب میں عشق، عشقِ رسول ﷺ، اطاعتِ رسول، سیرتِ رسول کے مختلف زاویے، انسان کامل، قرآنِ حکیم، اور اقبال کے عشقِ رسول ﷺ جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ طاہر فاروقی کی تیسری تصنیف "ہماری زبان، مباحث ومسائل"، تیرہ مضامین کا مجموعہ ہے جس میں پروفیسر طاہر فاروقی کی علمیت، محققانہ اور نقادانہ صلاحیت اور اُردو سے اُن کی محبت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ علم بیان وبدیع اور عروض پر ان کی تصنیف " فصاحت وبلاغت" نصابی ضرورتوں کو پوری کرتی ہے تاہم اس میں بطور نمونہ اُردو اور فارسی اشعار کی مثالوں سے وضاحت ان کی تحقیق وتلاش کو ظاہر کرتی ہے۔

خاطر غزنوی اس خطے کے معروف شاعر، ادیب، نقاد اور محقق ہیں۔ کمیت کے اعتبار سے اُن کا تحقیقی کام کم سہی مگر کیفیت کے اعتبار سے کم تر نہیں۔ اُن کا بنیادی تحقیقی کام " اُردو زبان کا ماخذ ہندکو" ہے۔ جو لسانیات کے زُمرے میں آتا ہے۔ اسے مقتدرہ قومی زبان (موجودہ، ادارہ فروغِ قومی زبان) اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ پشتو کے بعد ہندکو اس خطے کی دوسری بڑی زبان ہے۔ بعض دوسرے محققین کی طرح خاطر غزنوی نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ اُردو زبان کی پیدائش خیبر پختونخوا میں ہوئی اور اس کی ابتدائی خدوخال میں ہندکو زبان کے اثرات خاصے گہرے ہیں۔ فاضل محقق نے اپنے نظریے کی تقویت میں تاریخی، جغرافیائی، اور لسانی شہادتیں پیش کی ہیں۔ یوں ایک حد تک خاطر

غزنوی اپنے نظریے میں حق بجانب نظر آرہے ہیں۔ ان کی دوسری کتاب "جدید اُردو ادب" ایک مختصر سی تالیف ہے۔ یہ کتاب نصابی ضرورتوں کو بڑی حد تک پوری کرتی ہے۔ علاوہ ازیں خاطر غزنوی کے متعدد تحقیقی مقالات اُردو کے مؤقر ادبی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

مختار علی نیّر ہندکو ڈراما نگار، کالم نگار، محقق اور ہندکو زبان کے رسم الخط کے بانی ہیں۔ اُن کی کتاب" تاریخ زبان و ادب ہندکو"، اعلیٰ پائے کی تحقیقی کاوش ہے۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ ایران سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ تاریخِ ادبیات ہندکو، تاریخ زبان ہندکو، اصنافِ ہندکو اور ہندکو رسم الخط سے متعلق مفصّل معلومات اس کتاب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان خیبر پختونخوا کے واحد ادیب ہیں جن کی تصانیف کی تعداد ساٹھ سے زائد ہیں۔ وہ ایک معروف کالم نگار، سفر نامہ نگار، خاکہ نگار، محقق اور نقاد ہیں۔ "تاریخ رپورتاژ نگاری" آپ کا وہ تحقیقی کارنامہ ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۱۶۲ صفحات اور تیرہ ابواب پر محیط اس ضخیم تاریخ میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان نے ۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک اُردو میں رپورتاژ نگاری کی روایت اور تاریخ مرتب کی ہے۔ علاوہ ازیں ہندکو کے درویش منش شاعر سائیں احمد علی کے سوانح، نمونۂ کلام اور پھر اُن کے کلام پر مختصر تنقید کرتے ہوئے" سائیں احمد علی " میں ہندکو کے اس قدیم شاعر کی قلمی تصویر پیش کر دی ہے۔ اسی طرح سائیں احمد علی سے متعلق اپنی دوسری تصنیف " ہندکو دے سر داسائیں۔ سائیں احمد علی" میں بھی اُنھوں نے شاعر کے آثار و احوال کے ساتھ ساتھ اُن کے کلام کا انتقادی جائزہ بھی لیا ہے۔ فاضل محقق لکھتے ہیں:

> "' سائیں احمد علی زور دار بحر کا مالک اور پُر جوش طبیعت والا شاعر تھا۔ سائیں کے دل و دماغ میں فن کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی موجیں نایاب موتی کناروں پر بکھیر دیتی تھیں۔" (۵)

پروفیسر ڈاکٹر ارشاد احمد شاکر اعوان ۱۹۴۲ء میں بفہ مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک اچھے شاعر، نقاد اور محقق ہیں۔ عملی زندگی کی آغاز درس و تدریس سے کیا۔ گورنمنٹ کالجز میں پڑھانے کے بعد قرطبہ یونیورسٹی پشاور، یونیورسٹی آف پشاور، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ (بانی شعبۂ اُردو و صدرِ شعبۂ اُردو)، اور اس وقت سرحد یونیورسٹی پشاور میں اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ ان کا بنیادی حوالہ تحقیق اور اقبالیات ہے۔ متعدد تصانیف کے مؤلف و مصنف ہیں۔ نعتیہ شعری مجموعے بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ نعت گوئی سے دلی شغف رکھتے ہوئے ان کا تحقیقی کام "عہدِ رسالت میں نعت"، مجلسِ ترقی ادب لاہور سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس نوعیت کا کام تاحال اُردو میں شاید ہی

کسی نے کیا۔ نعت کی ابتداء و تاریخ، قرآن میں حضور اقدس کی مدح اور نعت کے دائرہ کار کے ساتھ ساتھ نعت کے اُصول اور لوازم کا احاطہ بھی فاضل محقق نے جامعیت سے کیا ہے۔

ارشاد شاکر اعوان کا شمار اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔ اقبال پر ان کے متعدد تحقیقی مضامین اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اس ضمن میں "بیانِ اقبال نیا تناظر" اقبال اکادمی لاہور سے ۲۰۰۸ء میں منظرِ عام پر آچکی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ موضوع نیا تناظر لیے ہوئے ہیں۔ فکرِ اقبال کی غلط تشریح و توضیح کرنے والوں کی سوچوں کو بدلنے والی اس تالیف کا مقصد فکرِ اقبال کے باب میں کی گئیں تحریفات کا ازالہ کرتا ہے۔ گویا یہ اقبالیات میں اضافہ نہیں، فکرِ اقبال کی حقیقی معنوں میں تشریح و توضیح ہے۔ اس تالیف کے بارے میں پروفیسر بشیر احمد سوز کہتے ہیں:

> "فکرِ اقبال پر اپنی سوچوں کے سائے پھیلانے والے ماہرینِ اقبالیات کی کج فہمی اور کج بحثی جس طرح اس کتاب میں چہرہ نمائی کی گئی ہے۔ وہ خود ان ہی کا حصّہ ہے" (۲)

ڈاکٹر اعجاز راہی معروف نقاد، محقق اور ادیب ہیں۔ اُردو افسانے کی تنقید کے حوالے سے ایک خاص پہچان رکھتے ہیں۔ "اُردو افسانے میں علامت نگاری" صرف تنقیدی کاوش نہیں بلکہ مؤلف نے اس میں علامتی افسانے کی ابتداء و ارتقاء، اسباب و محرکات وغیرہ شامل کر کے اس کو تحقیقی رُوپ بھی دیا ہے۔ اُردو افسانے کی تاریخ میں علامت نگاری کو جو غیر منثوری تحریک چلی تھی اُس کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ "اُردو افسانے میں اُسلوب کا آہنگ"، درحقیقت کسی ایک موضوع پر لکھی جانے والی کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ فاضل محقق و نقاد کے ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۸ء تک کے عرصے میں مختلف موضوعات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے جن کی حیثیت تنقیدی ہے۔

ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان پشاور میں پیدا ہوئے۔ درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے ہیں۔ وہ ایک محقق، ماہرِ لسانیات، ماہرِ تعلیم، اور علم و ادب کے حوالے سے دنیائے اُردو اور ہندکو میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ فاضل محقق ہندکو صوتیات میں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے والے پہلے سکالر ہیں جن کی تحقیقی کاوشوں کو عالمی سطح پر سراہا گیا ہے۔ ۳۲ کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں جن میں اب تک کوئی ۲۰ کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ہندکو لغت شائع کرنے کا اعزاز بھی اُنھیں حاصل ہے۔ "سرزمینِ ہندکو" اگرچہ اُن کی تاریخی کتاب ہے مگر کتاب کا آخری حصّہ "ہندکو زبان" پر تحقیق سے تعلق رکھتا ہے جس میں اُنھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنسکرت میں موجود ۱۴ مصمتے ہندکو زبان سے ماخوذ ہیں۔ یُوں سنسکرت کے اصوات کا ایک مناسب حصّہ ہندکو زبان سے ماخوذ ہے۔

پروفیسر بشیر احمد سوز علمی مراکز سے دور ہزارہ کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا شعبہ "ادبیاتِ ہزارہ" ہے۔ ہزارہ کے مصنفین اور شعراء کو ملکی سطح پر متعارف کرانے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ اُن کی علمی اور تحقیقی

کارناموں کو مفصّل طور پر بیان کے لیے یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے اُن کی علمی و تحقیقی خدمات کو جامع انداز میں بیان کیا جائے گا۔ " مصنفینِ ہزارہ" آپ کا قابلِ تحسین کارنامہ ہے۔ اس میں ۹۹ ادباء، ۹۵ شعراء، ۱۱۷ علماء اور ۱۴ مشائخ کا ذکر ہے۔ ان تمام شخصیات کا تعلق کسی نہ کسی حوالے سے ہزارہ سے بنتا ہے۔ " مشاہیر ادبیاتِ ہزارہ"، ہزارہ سے تعلق رکھنے والی تین اہم شخصیات میر ولی اللہ ایبٹ آبادی، ڈاکٹر سیّد عبد اللہ اور قتیل شفائی کے احوال و آثار، شخصیت اور فکر و فن کا طائرانہ جائزہ پیش کرتا ہے۔ "ہزارہ میں ہندکو زبان و ادب کی تاریخ"، بھی ادبیاتِ ہزارہ کو ملکی سطح پر متعارف کرانے کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اِس تالیف میں مؤلف نے ہزارہ میں ہندکو زبان و ادب کی روایت کا جائزہ لیتے ہوئے ہزارہ کے ہندکو شعراء و ادباء کے فکر و فن کو محفوظ کیا ہے۔ "نقوش علم و فن" ہزارہ کے اُن خواتین اور مردوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے مختلف شعبوں میں اعلا تعلیم حاصل کرتے ہوئے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اِس تالیف میں کل ۷۶ پی ایچ ڈی ڈاکٹروں کا تذکرہ ہے۔ "ہزارہ لوک کہانیاں" ہزارہ سے تعلق رکھنے والی لوگ کہانیوں کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کا نام ہے۔ "سانحہ آٹھ اکتوبر ۲۰۰۸ء اور ادبیاتِ ہزارہ"، فاضل محقق کی اس سانحہ کے نتیجے میں ہزارہ خطے میں تخلیق ہونے والی ادب کو باقاعدہ طور پر مرتب کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ "ملا رموزی" اُن کی محققانہ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ ملا رموزی کے آباؤاجداد ہزارہ میں مقیم تھے۔ مواد کے حصول کے لیے جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ملا رموزی کے حالاتِ زندگی سے متعلق کچھ غلط فہمیوں کی تصحیح بھی کر دی ہے۔ " گلابی اُردو" کے پس منظر اور محرکات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملا رموزی کے فن پر اُن کی رائے یوں ہے:

> "ہم یہ انداز دگر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ظرافت ملّا صاحب کی جبلّت میں موجود تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے شعر و سخن میں بھی طنز و مزاح کی آبیاری میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں۔ ملا رموزی کے مقاصد جس طرح نثر کا جزولانیفک رہے اسی طرح اُن کے کلام (شاعری) میں بھی رنگ آمیزی کرتے رہے۔"(۷)

پروفیسر محمد افضل رضا نے "اُردو کے قدیم پشتون شعراء" میں اُن پشتون یا افغان شعراء کے حالاتِ زندگی اور نمونۂ کلام جمع کیا جو ہندوستان کے مختلف خطوں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہمنی افغان خاندان کے پشتون شعراء سے لے کر رام پور کے نواب یوسفزئی خاندان، حافظ رحمت خان بڑیس والیٔ رام پور خاندان سمیت رام پور، بریلی، لکھنؤ، دہلی، آگرہ، شاہ جہان پور، اور دیگر خطوں کے پشتون شعراء کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ کتاب کا پہلا باب تحقیقی اعتبار سے اس لیے اہم ہے کہ اس میں اُردو زبان کے لیے پشتونوں کی خدمات کا تفصیلی احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح آخری باب علمی ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہے، اور وہ اس لحاظ سے کہ اس میں روہیل کھنڈ کے لوک گیت، چاربیتہ، اور

دیگر لوک اصناف پر پشتو زبان کے اثرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ پشتو کی معروف اور مقبول صنف ''ٹپہ'' کی رام پوری شاعری میں موجودگی کے بارے میں پروفیسر صاحب کا کہنا ہے:

"پشتو لوک ادب کی مقبول صنفِ سخن چاربیتہ کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ رام پور کے افغان اپنے ساتھ ساتھ افاغنہ کی تہذیبی روایات کی سب سے بڑی علامت ٹپہ بھی منتقل کر گئے جو عموماً سوال وجواب کی صورت میں گایا جاتا ہے" (۸)

ممتاز منگلوری کا تعلق ہزارہ سے ہے۔ بطور درسی کتب کی تدوین و تالیف کے حوالے سے وہ اس خطے میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی تحقیقی و تنقیدی کارناموں میں اپنے استادِ محترم ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کی خدمات پر "ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کی اُردو خدمات"، ہیں۔ اُنھوں نے سیّد عبد اللہ کی ہشت پہلو زندگی کے دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے اُردو زبان کے لیے اُن کی خدمات کی اس تالیف کا حصّہ بنایا ہے۔ سیّد عبد اللہ نے جوانی سے وفات تک اُردو کی ترقی، اشاعت اور نفاذ کے لیے جو گراں قدر خدمات انجام دیں ہیں، ممتاز منگلوری نے اُن کا احاطہ کیا ہے۔

حنیف خلیل مترجم، محقق، نقاد، تخلیق کار اور شاعر ہیں۔ اب تک اُن کی تصنیفی و تالیفی کتب کا سرمایہ پچاس تک پہنچ چکا ہے۔ اُن کی جملہ تحقیقی خدمات کا احاطہ کرنے کی بجائے اُن کی دو، تین اہم تحقیقی کارناموں کا اجمالی جائزہ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

"اُردو کی تشکیل میں پشتونوں کا کردار" (۹) اُردو کے فروغ اور ارتقاء میں پشتونوں کے کردار سے متعلق ہے۔ خیبر پختونخوا کے محققین میں سے فارغ بخاری، رضا ہمدانی، اور خاطر غزنوی کا نظریہ ہے کہ اُردو کی ابتداء اسی خطے میں ہوئی۔ حنیف خلیل اس نظریے کے داعی یا مبلغ نہیں مگر ان کا نظریہ بھی یہی ہے کہ اُردو زبان وادب کے حوالے سے اچھا خاصا ذخیرہ یہاں ملا ہے۔ اس کے علاوہ اِس خطے کی زبانوں، رسم ورواج، اور تہذیب و تمدّن نے ہندوستان کی مختلف زبانوں بشمولِ اُردو پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

اکادمی ادبیات نے مختلف زبانوں کے اہلِ قلم کو ملکی سطح پر متعارف کرانے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ "کاکاجی صنوبر: شخصیت اور فن" اس کی ایک کڑی ہے۔ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل یہ مختصر تالیف صنوبر حسین مہمند کے فکر وفن کے سمجھنے میں مدد کرتی ہے۔ اس کتاب میں حنیف خلیل نے صنوبر حسین مہمند کی زندگی اور فن کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ جس سے ان کی ناقدانہ اور محققانہ صلاحیتوں کا خوب پتہ چلتا ہے۔

سلطان سکون کا بنیادی حوالہ تو شاعری ہے مگر جب وہ اپنی مادری زبان ہندکو کی طرف متوجہ ہوئے تو ہندکو لوک ادب کو مختلف حوالوں سے محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ '' بجھ میں ری بُجھارت "، "چتو چودھویں رات "، "کاری دی گل"، اور "ہندکو ضرب الامثال"، میں اُنھوں نے کہاوتوں، لطیفوں اور بُجھارتوں کو محفوظ کرانے کا بیڑا اُٹھایا۔ "ہندکو

ضرب الامثال" میں ۸۰۰ کے قریب ہند کو کہاوتوں کو ترجمہ و تشریح اور پس منظر سمیت جمع کر کے اُردو قارئین کے لیے پیش کیا جسے مقتدرہ قومی زبان پاکستان اسلام آباد (موجودہ نام: ادارہ فروغِ قومی زبان) نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔

ہزارہ سے تعلق رکھنے والے پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی وجہ شہرت اقبالیات ہے مگر اُن کی محققانہ اوصاف "اُردو زبان کا آغاز" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تالیف پہلے "اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات" کے نام سے تھی۔ اُنھوں نے اس تالیف میں اُردو کے بارے میں پیش کیے گئے اب تک تمام مقبول نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور سائنسی اُصولوں پر بعض نظریات سے اختلاف کا اظہار بھی کیا ہے۔ وہ خود اُردو کی پیدائش کے بارے میں دہلی اور اِس کے گردونواح کے حامی ہیں۔ اِس ضمن میں وہ کہتے ہیں:

> "گیارھویں اور بارھویں صدی کی دہلی اور نواحِ دہلی کی بولی کو پیش اُردو (Pre Urdu) یا پیش ہندی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے تحریری نمونے نہیں ہیں اس لیے کہ یہ صرف بول چال کی زبان تھی۔ ۱۱۹۳ھ میں دہلی فتح ہوئی۔ یہ شہر لاہور کے بجائے مسلمانوں کا مرکز بن گیا۔ پیشِ اُردو یا پیش ہندی کی ترقی شروع ہوئی۔ اُردو کی ابتداء کا سال متعین کیا جائے تو یقیناً ۱۱۹۳ھ کا سال ہے۔" (۱۰)

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہین کا تعلق مانسہرہ سے ہے۔ شعبۂ اُردو یونیورسٹی آف پشاور سے ۹۱۔۱۹۹۰ء میں ایم اے اُردو کا امتحان پہلی پوزیشن سے پاس کیا۔ ۱۹۹۴ء میں میر خلیل الرحمان گولڈ میڈل حاصل کیا۔ ۱۹۹۲ء میں شعبۂ اُردو یونیورسٹی آف پشاور درس و تدریس سے وابستہ ہوئیں۔ اس شعبے سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کیں۔ اس وقت صدرِ شعبۂ اُردو کی حیثیت سے اپنی خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ متعدد تحقیقی و تنقیدی مقالات علمی و ادبی اور تحقیقی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ "ڈاکٹر سیّد عبد اللہ شخصیت اور فن"، اُن کی تحقیقی کاوش ہے جسے اکادمی ادبیات پاکستان نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔ ۱۲۸ صفحات کی اس مختصر تالیف میں ڈاکٹر روبینہ شاہین نے اُردو کے اس محسن، اُستاد، نقاد اور محقق کے حالاتِ زندگی سے لے کر وفات تک قلمبند کیے ہیں۔ مزید بر آں مختلف موضوعات پر اُن کی تصنیفات اور مقالات کی فہرست بھی قارئین کے لیے پیش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کی اُردو سے جنون کی حد تک لگاؤ کا تذکرہ بطورِ خاص کیا گیا ہے جب کہ نفاذِ اُردو کے لیے اُن کی خدمات کے ساتھ ساتھ اُن کی تنقیدی بصیرت کا مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مختلف اہلِ قلم کے تاثرات کو یکجا کر کے ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کی شخصیت اور فن کے بارے میں گراں قدر معلومات دی گئی ہے۔ یوں یہ مختصر سی تالیف ڈاکٹر سیّد عبد اللہ کی ہمہ

جہت شخصیت اور گوناگوں خدمات کا مختصر مگر جامع انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ جس سے پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہین کی محققانہ اور نقادانہ صفات بخوبی عیاں ہوتی ہیں۔

عبد اللہ جان عابد خوشیگی نوشہرہ سے ہے اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریس سے وابستہ ہیں۔ ان کی تصنیف " پشتو زبان و ادب کی مختصر تاریخ" محض تاریخ ہی نہیں بلکہ پشتو زبان کے لسانی اور تاریخی پس منظر کو بھی سامنے لاتی ہے۔ تحقیق کے ساتھ تنقید کا فریضہ بھی وہ خوب ادا کرتے ہیں، کہنے کو تو یہ مختصر تاریخ ہے مگر در حقیقت یہ پشتو کی جامع تاریخ کا درجہ رکھتی ہے۔ " اجمل خٹک: شخصیت اور فن " اجمل خٹک کے احوال و آثار اور فکر و فن کو پیش کرتی ہے۔ اس تحقیقی تصنیف میں عبد اللہ جان نے پشتو، اُردو کے اس معروف مگر سیاسی حوالے سے متنازع شخصیت کو ۱۸۳ صفحات میں جس انداز سے سمویا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ اجمل خٹک کی زندگی کے متعدد گوشے ہیں جیسے تحریکِ آزادی کا سپاہی، سیاست، صحافت، ڈراما نگاری، افسانہ نگاری، شاعری، تحقیق و تنقید، انشائیہ نگاری، رپورتاژ نگاری وغیرہ۔ مختلف شعبوں سے وابستہ فرد کو ایک مختصر سی کتاب میں سمیٹنا کامیاب تحقیقی کام ہے۔ عبد اللہ جان، اجمل خٹک سے انتہائی عقیدت بھی رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے بیان میں جذبات کی رو میں نہیں بہتے۔ لہٰذا یہ کتاب " مدلل مداحی " کے برعکس متوازن نمونہ ہے۔ اس طرح ان کی " پشتو ادب کے جدید رجحانات " اپنی تخلیق یا تصنیف نہیں ہے مگر اس کی علمی اہمیت اس امر میں مضمر ہے کہ ۲۰۰۶ء میں اکادمی ادبیات اسلام آباد اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے پشتو ادب کے جدید رجحانات کے عنوان سے علمی نشست میں پڑھے گئے ۱۳ مقالات کو کتابی صورت میں محفوظ کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔

گوہر رحمان نوید جوان اور اُن کا جذبہ بھی جوان ہے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی سطح کے طلباء کی درسی ضروریات کے لیے کتابیں لکھنے کے علاوہ سنجیدہ تحقیقی کام بھی خوش اُسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔ " صوبہ سرحد میں اُردو ادب (پس منظر و پیش منظر)"، فارغ بخاری کی " ادبیاتِ سرحد " کے بعد حقیقی معنوں میں دوسری منظم کوشش ہے جس میں اس صوبے کے اہلِ قلم اور اُن کی تخلیقات کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ گوہر رحمان نوید نے ۱۵، ابواب میں اپنی کاوش کو تقسیم کر کے اس صوبے میں غزل کی روایت سے لے کر ادبی جرائد تک کی روایت رقم کر دی ہے۔ اُن کی یہ تصنیف ادبیاتِ خیبر پختونخوا کے حوالے سے اہم ماخذ کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ اِس تالیف کی تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔

گوہر رحمان نوید کی یہ تحقیقی و تنقیدی کام جس وقت منظر عام پر آیا، اُس وقت صوبہ سرحد کا نام " خیبر پختونخوا " رکھا گیا تاہم کام چونکہ صوبے کے نام کی تبدیلی سے مکمل ہوا تھا اور طباعت کے مرحلے میں تھا اس لیے کتاب کا نام صوبے کے نام کی مناسبت سے "صوبہ سرحد میں اُردو ادب۔۔۔" (۱۱) رکھ دیا گیا۔ اب اس کتاب کی دوسری

اشاعت جنوری ۲۰۲۰ء میں مزید اضافوں کے ساتھ ''خیبر پختونخوا میں اُردو ادب'' کے نام سے منظرِ عام پر آ گئی ہے تاہم اس مضمون کے لیے ۲۰۱۰ء کی اشاعت پیشِ نظر ہے۔

حاصل بحث یہ کہ نثری اصناف میں تحقیق کے حوالے سے خیبر پختونخوا کے محققین کی خدمات کا یہ جائزہ مکمل ہے اور نہ مفصّل۔ تاہم اس اجمالی جائزہ سے اِس امر کی نشاندہی ضروری ہوتی ہے کہ ملک کے دیگر حصّوں کی طرح اس خطے میں بھی نثری اصناف میں ادبی تحقیق کی روایت مستحکم ہے۔ یہاں کے محققین معیار اور مقدار کے لحاظ سے اُردو تحقیق میں خاطر خواہ اضافہ کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید آگے بڑھ رہا ہے جو اس خطے میں ادبی تحقیق کے شاندار مستقبل کی نوید ہے۔

حوالہ جات

۱۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ یہ تمام محققین سندی تحقیق میں اپنا نام رکھتے ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالات حصولِ سند کے بعد منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور دیگر سندی محققین کے تحقیقی مقالات منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔ تاہم اس مضمون میں سندی تحقیق یا جامعاتی تحقیق سے سروکار نہیں رکھا گیا ہے۔

۲۔ فارغ بخاری، '' ادبیاتِ سرحد (جلد سوم)''، نیا مکتبہ پشاور، ۱۹۵۵ء

۳۔ طارق ہاشمی، '' فارغ بخاری شخصیت اور فن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۲۳

۴۔ فارغ بخاری، '' مسافتیں''، سید قمر عباس گلبہار پشاور، س ن، ص ۹۶

۵۔ ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، '' ہندکو دے سر داسائیں، سائیں احمد علی ''، گندھارا ہندکو بورڈ پشاور، ۲۰۰۷ء، ص ۳۹

۶۔ بشیر احمد سوز، '' ہزارہ میں اُردو زبان و ادب کی تاریخ ''، ناشر: پروفیسر بشیر احمد سوز ایبٹ آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۷۵

۷۔ بشیر احمد سوز، '' ملار موزی ''، ہزارہ چیئر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۹

۸۔ پروفیسر محمد افضل رضا، '' اُردو کے قدیم پشتون شعراء''، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، ۱۹۹۸ء، ص ۳۸۱

۹۔ حنیف خلیل، '' اُردو کی تشکیل میں پشتونوں کا کردار''، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

۱۰۔ ایوب صابر، ڈاکٹر، '' اُردو زبان کا آغاز''، کتاب سرائے لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۱۴

۱۱۔ گوہر رحمان نوید، '' صوبہ سرحد میں اُردو ادب (پس منظر و پیش منظر)، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، ۲۰۱۰ء

References in Roman Script

1. Yaha yeh bat peshe nazar rahy k yeh tamam muhaqqeen sandi tahqeeqi main apna nam rakhty hain. In k tehqeeqi maqalat

hasool e sand k bad manzar e aam par aa chuky hain aur degar sandi muaqqeen key tahqeeqi maqalat manzar aam par arahy hain. Taham is ziman main sandi tahqeeqi ya jamiati tahqeeq sy sarokar nahe rakha gea.

2. Farigh Bukhari, “Adbiyat Sarhad (Jild Some)”. Niya Maktaba Peshwar, 1955
3. Tariq Hashmi, “Farigh Bukhari Shakhsiat aur Fun”, Academy Adbiyat Pakistan, Islamabad, 2008, Page 23
4. Farigh Bukhari, “ Musaftain”, Sayed Qamar Gulbahar, Peshawar, CN, Page 96
5. Dr. Zahoor Ahmed Awan, “Hindko dy Sarda Sain, Sain Ahme Ali”, Gandhara Hind ko Board, Peshawar, 2007, Page 39
6. Basheer Ahmed Soz, “ Hazara Main Urdu Zuban o adab ki tareekh, Nashir: Prof. Bashir Ahmed Soz, Abbotabad, 2010, Page 75
7. Bashir Ahmed Soz, “Mularmozi”, Hazara Chair Hazara University Mansehra, 2012, Page 129
8. Prof. Muhammad AFza Raza” Urdu key Qadeem Pashtoon Shura”, Pashtoo Academy Peshwar 1998, Page 381
9. Hanif Khalil, “Urdu ki Tashkil Main Pashtono ka Kirdar, “Muqtadara Qomi Zuban, Islamabad, 2005
10. Ayub Sabir, Dr, “Urdu Zuban ka Aghaz”, Kitab Saraey Lahore, 2017, Page 114
11. Gohar Rehman Naveed, Sooba Sarhad Main Urdu Adab (Pas Manzir wa Pesh Manzar), University Publisher, Peshwar, 2010